OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

معافی شانِ ربوبیت کا مظہر اور اس کی اہمیت و فضیلت کا تحقیقی مطالعہ

A research study on forgiveness, a manifestation of the glory of God and its importance and virtue

Muhammad Umar Islam
Lecturer, University of Azad Jammua Kashmir, Muzaffarabad.
Email: umerislam313ajk@gmail.com

Received on: 03-10-2024 Accepted on: 05-11-2024

Abstract

This research paper comprises a, Forgiveness and clemency are the perfection of human life, bringing breadth and beauty to a person's personality. This is the path of gentleness and mercy that keeps one safe from all kinds of harm and protects one from all kinds of immorality and savagery. This is also a cause of a person's rise and fall to some extent. Throughout history, every era has given great and powerful nations some respite from oppression, but then they were destroyed in such a way that every era remembered them with humiliation. However, when forgiveness and clemency were found in a nation, they were never deprived of honor and dignity in any part of history. In human history, there are many individuals who have explicitly dedicated their lives to the social and religious reform of their loved ones. Despite such great responsibility and office, if someone else is hurt, they forgive them with their great creation, "forgiveness and clemency," and treat them with even more respect and honor than before. This quality softens even the hardest of hearts in every field. Human history is full of conflicts and disagreements, and it is human nature to have differences arise somewhere. As Muslims, if we analyze the history of Islam, especially the era of the Prophet (peace be upon him), we will see that there were disagreements and differences among the Companions (may Allah be pleased with them) and the righteous predecessors. However, they never exceeded the bounds of Allah's command, and they always prioritized forgiveness and clemency. In reality, the lack of awareness of the virtues and benefits of forgiveness and clemency in Islam is the cause of our downfall. Mercy has no limits because it is an attribute of the Merciful, who has no limits, and nothing is beyond His mercy, just as nothing is beyond His power and wisdom. We are all servants of Allah, and Allah demands from us that we show mercy to His creation so that He may show mercy to us. When we are adorned with this excellent quality, we will undoubtedly be deserving of Allah's mercy in this world and the hereafter. This aspect of forgiveness and clemency is so important that it has been made the foundation of good social behavior. In its implementation, even small lies are allowed for the sake of reconciliation and compromise, so that differences can be resolved and love can grow between people. Rights and responsibilities are always changing, and forgiveness is the key to maintaining relationships. However, it is very difficult to be patient in the face of injustice, and one must also bear losses. But the real loss is to deviate from Allah's command of patience and forgiveness. Every relationship, whether between parents and children, spouses, siblings, or rulers and subjects, depends on mutual forgiveness. Socially, intolerance leads to strife, discord, and extremism, which have negative

effects not only on the parties involved but also on others associated with them. Eventually, this intolerance takes the form of prejudice and becomes a source of racial hatred.

Keywords: Forgiveness, Glory of God, Immorality and Savagery.

ا۔ تعارف

معافی کا لغوی واصطلاحی مفہوم

لغوی مفہوم: معافی کا لفظ عربی زبان کے لفظ "عَفُو" سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے کسی کی غلطی یا گناہ کو در گزر کرنا، اسے معاف کر دینا یا اُس پر کوئی عذاب یا سزا نہ دینا۔ لغوی طور پر معافی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے کی غلطی یا کوتاہی کو نظر انداز کرے، اسے معاف کرے اور اُس پر کوئی منفی رد عمل ظاہر نہ کرے۔

اصطلاحی مفہوم: اصطلاحی طور پر معافی کا مطلب ہے کہ کسی کی طرف سے کی گئی غلطی، گناہ یا برائی کو معاف کر دینا، یعنی معاف کرنے والا شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے کی گئی بد سلوکی، کوتاہی یا گناہ کو در گزر کر دیتا ہے اور اس پر کوئی عتاب، سزا یا تادیب نہیں کرتا۔ معافی کا عمل انسانوں کے درمیان تعلقات میں بہت اہمیت رکھتا ہے اور یہ ایک اخلاقی عمل ہے جو انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔

موضوع کی اہمیت:

اخلاقی اور مذہبی پہلو: معافی کا تصور دنیا کے تمام مذاہب میں اہمیت رکھتا ہے۔ اسلام میں بھی معافی کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے، اور قرآن و حدیث میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسانوں کو ایک دوسرے کی خطاؤں کو معاف کرنا چاہیے۔ مثلاً قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور تمہارا یہ بھی حق ہے کہ تم اپنے بھائیوں کی غلطیوں کو معاف کرو۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے اور توحید اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک بندہ اپنے رب کریم سے مکمل محبت نہ کرے۔ اور نہ ہی محبت کی اس سے زیادہ تحدید کی جاسکتی ہے نہ تعریف کی جاسکتی ہے کہ اللہ کریم وہ ہستی ہے جس کے سوا کسی کی ذات الوہیت، عبودیت، خشوع و خضوع اور مکمل کے لائق و زیبا تصوّر بھی نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی شان جیسی کوئی شان نہیں، کیونکہ خالق و موجد سے زیادہ دِلوں کو کوئی چیز محبوب نہیں ہے، وہ تو اِلٰہ ہے، معبود بر حق ہے ولی ہے، مولیٰ ہے، رب ہے، تدبیر کرنے والا ہے، رزق دینے والا ہے، موت و حیات کا مالک ہے۔ اور اِسی کی محبت دلوں کی نعمت ہے، حیات روح ہے، سرور نفس ہے، غذاء قلب ہے، نور عقل ہے، فرحت چشم ہے، اور اندرونی عمارات ہے اور مخلص دل، پاکیزہ روح اور عقل سلیم کے مطابق اللہ کی محبت، اُس سے اُنسیت اور اُس کی ملاقات کے شوق سے زیادہ خوبصورت، پاکیزہ راز دار نعمت کوئی اور نہیں۔

عقل اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ جب اُس ذات باری کی معافی تمام گناہوں کو ڈھانپ لیتی ہے تو اس کی رضا کا عالم کیا ہو گا؟ اور پھر جب جب اُس ذات کی رضاء اُمیدوں کو سمیٹ لیتی ہے تو اس کی محبت کا احاطہ کیسا ہو گا؟ اور جب اُس ذات ارض و سماں کی محبت کا یہ عالم ہو کہ

وہ عقلوں کو حران کر دے تو اس کی مؤدّت کیسی ہو گی؟اور اس کی مودّت تو سب کچھ بھلا دے گی تو اس کا لطف کیسا ہو گا۔

انسان جتنی زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہے اتنی ہی زیادہ ایمان کی لذّت اور مٹھاس حاصل ہوتی ہے اور جس کا دل اللہ کی محبت سے بھر جائے تو وہ ذات قدوس اُسے ہر شے سے بے نیاز کر دیتی ہے اور اس کی حاجتوں کو پورا کر دیتی ہے۔انسان کسی مقام پر اگر یہ تصور کرے بھی کہ اُس کو اللہ کی محبت کے بغیر سب کچھ مل بھی گیا ہے جس سے اِسے لذّت حاصل ہو تب بھی وہ امن اور اطمینان و سکون نہیں حاصل کر سکے گا اور آنکھوں کا نور، کانوں کی قوت سماعت، ناک کا سونگھنا، زبان کا بولنا ان تمام نعمتوں کے ختم ہو جانے سے اتنی تکلیف نہیں ہو گی جتنی کہ تکلیف دل سے اللہ تعالیٰ کی محبت نکل جانے سے ہو گی۔

اگر دل اپنے خالق ومالک اور معبودِ برحق کی محبت وعقیدت سے خالی ہونے لگے اور روح مردہ ہو جائے تو وہ خسارہ جسمِ فانی کی خرابی سے کہیں زیادہ درجہ کا خسارہ ہے یقیناً۔

یقیناً اللہ رب العزت وہ ذات ہے جس نے پوری کائنات کو پیدا کیا پھر اسی تخلیق کی بقا کے لئے اُس پر اپنی عنایت کی بارش کر دی اس ذات باری تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں۔

اللہ کی شانِ ربوبیت اور معافی

وہ الرحمٰن ہے، وہ الرّحیم ہے، وہ مالک ہے، وہ القدوس ہے، وہ سلام ہے، وہ المؤمن ہے، وہ العزیز ہے، وہ الجبار ہے، وہ المتکبر ہے، وہ الخالق ہے، وہ الباری ہے، وہ المصوّر ہے، وہ الغفار ہے، وہ القھار ہے، وہ الواھاب ہے، وہ الرزاق ہے، وہ الفتاح ہے، وہ العلیم ہے، وہ القابض ہے، وہ الباسط ہے، وہ الخافض ہے، وہ الرافع ہے، وہ المعز ہے، وہ المعذل ہے، وہ السمیع ہے، وہ البصیر ہے، وہ الحکم ہے، وہ العدل ہے، وہ الطیف ہے، وہ الخبیر ہے، وہ الحلیم ہے، وہ العظیم ہے، وہ الغفور ہے، وہ الشکور ہے، وہ العلی ہے، وہ الکبیر ہے، وہ الحفیظ ہے، وہ المقیت ہے، وہ الحسیب ہے، وہ الجلیل ہے، وہ الکریم ہے، وہ الرقیب ہے، وہ المجیب ہے، وہ الواسع ہے، وہ الحکیم ہے، وہ الودود ہے، وہ المجید ہے، وہ الباعث ہے، وہ الشھید ہے، وہ الحق ہے، وہ الوکیل ہے، وہ القوی ہے، وہ المتین ہے، وہ الولی ہے، وہ الحمید ہے، وہ المحصی ہے، وہ المبدی ہے، وہ المعید ہے، وہ المحی ہے، وہ الممیت ہے، وہ الحیی ہے، وہ القیوم ہے، وہ الواحد ہے، وہ الماجد ہے، وہ الواحد ہے، وہ الاحد ہے، وہ الصمد ہے، وہ القادر ہے، وہ المقتدر ہے، وہ المقدم ہے، وہ المؤخر ہے، وہ الاوّل ہے، وہ الآخر ہے، وہ الظاہر ہے، وہ الباطن ہے، وہ الوالی ہے، وہ المتعال ہے، وہ البرّ ہے، وہ التواب ہے، وہ المنتقم ہے، وہ العفو ہے، وہ الراؤف ہے، وہ المالک ہے، وہ ذوالجلال ولاکرام ہے، وہ المقیط ہے، وہ الجامع ہے، وہ الغنی ہے، وہ المغنی ہے، وہ المانع ہے، وہ الضار ہے، وہ النافع ہے، وہ النور ہے، وہ الھادی ہے وہ البدیع ہے، وہ الباقی ہے، وہ الوارث ہے، وہ الرشید ہے، وہ الصبور ہے،

لیکن ان تمام صفات میں جو صفت سب سے زیادہ غالب ہے وہ صفت رحیمی ہے۔

قرآنِ کریم میں معافی کی تعلیمات:

مندرجہ ذیل آیات مبارکہ اللہ سبحانہ کی صفت رحیمی سے لبریز ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ(1)

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(2)

وَاكْتُبْ لَنَا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِىْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۔(3)

وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ(4)

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْۤءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ(5)

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ (6)

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (7)

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (8)

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيْزُ (9)

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (10)

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(11)

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (12)

جس قدر بھی الفاظ کا ذخیرہ انسان جمع کر لے تب بھی وہ مظاہر قدرت و ہستی کامل، اللہ جل شانہ کی بزرگی وصفات کا احاطہ کرنے سے قاصر رہے گا۔ ہر دور میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور پاکیزگی، اُس کی شان ربوبیت، عظمت ورحمیت کے گرد گرداں رہنے والے بے شمار اس زمین پر پیدا ہوتے رہے جو اپنے شعور کو ذات باری کی شمع سے پر نور کرتے رہے حتیٰ کے آنے والی نسلوں کے لئے بھی بیش قدر تحریری سرمائے کو کتب تفاسیر، حدیث و فقہ کی صورت میں محفوظ کرتے گئے۔ یوں تو سارا قرآن ہی اللہ کریم کی صفات سے بھر پور ہے لیکن طوالت کے خوف سے چند آیات مبارکہ کو مستند تفاسیر واحادیث کی روشنی میں یہاں علم و شعور کو جِلا بخشتے چلتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ(13)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا مضمون زمانہ قدیم سے اہل مذاہب میں نقل ہوتا آیا ہے۔ یہ فصیح و بلیغ الفاظ تو ممکن

ہے قرآن مجید میں ہی نازل ہوئے ہوں لیکن جہاں تک اس کے مضمون کا تعلق ہے یہ کسی کام کے آغاز وافتتاح کے لئے اس قدر موزونیت و مناسب رکھتا ہے کہ دل گوائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم انسان کو بلکل شروع میں ہی دی ہو گی چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق خود قرآن مجید میں یہ نقل ہے۔ کہ انہوں نے اپنے باایمان متعلقین اور ساتھیوں کو جب کشتی میں سوار کرایا تواس وقت اس سے ملتے جلتے الفاظ کہے:

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (14)

ترجمہ: اور اس نے کہا کہ اس میں سوار ہو جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور اسکا ٹھہرنا، بے شک میرا رب بخشنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہء سبا کو جو نامہ لکھا، اس کا آغاز بھی انہی مبارک کلمات سے کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (15)

ترجمہ: یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور اس کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوا ہے- یہ کلام خبر یہ نہیں ہے بلکہ سورہ فاتحہ کی طرح، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا یہ دعا ہے۔ ایک سلیم الفطرت آدمی کے دل کی یہ ایک فطری صدا ہے۔ جو ہر قابل ذکر کام کرتے وقت اس کی زبان سے نکلنی چاہیے۔ اس فطری صدا کو وحی الٰہی نے الفاظ کا جامہ پہنایا ہے اور ایسا خوبصورت جامہ پہنایا ہے کہ اس سے زیادہ خوبصورت جامہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی کام کرنے سے پہلے جب یہ دعا ارادہ اور شعور کے ساتھ زبان سے نکلتی ہے، تو اوّل تو پہلے ہی قدم پر انسان کو متنبہ کر دیتی ہے۔ کہ جو کام کرنے وہ جا رہا ہے وہ کام بہر حال خدا کی نافرمانی اور اس سے بغاوت کا نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اس کی پسند کے مطابق اور اس کے احکام کے تحت ہونا چاہیے۔

ثانیاً وہ اس دُعا کی برکت سے خدا کی دو عظیم صِفات۔ رحمٰن اور رحیم۔ کا سہارا حاصل کر لیتا ہے یہ دونوں صفتیں اس بات کی ضمانت ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کام میں اس کو برکت فرمائے۔ اس کے اختیار کرنے میں اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ تو اس کے وبال سے اس کو محفوظ رکھے۔ اس کو نباہنے اور تکمیل تک پہنچانے کی اس کو قوت وہمت دے، شیطانوں کی چالوں اور فریبوں سے اس کو امان میں رکھے اور دنیا میں بھی اس کام کو اس کے لئے نافع اور برکت بنا دے۔ اور آخرت میں بھی یہ اس کے لئے رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنے۔ جو کام اس دعا کے بغیر کیا جاتا ہے وہ ان تمام برکتوں سے خالی ہوتا ہے۔ اس وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ بسم اللہ کی یہ برکتیں تو ہر کام کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں لیکن خاص قرآن کی تلاوت کا آغاز اس دعا سے کرنے میں کچھ اور پہلو بھی ہیں جو پیش نظر رکھنے چاہیے۔

ایک یہ کہ بسم اللہ سے قرآن کی تلاوت کا آغاز کر کے بندہ اس حکم کی تعمیل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالکل ابتدائی

وحی نازل کرتے وقت ہی دیا تھا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ۚ(16)

اپنے خداوند کے نام سے پڑھ، جس نے پیدا کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالٰی کے تین صفاتی ناموں کا ذکر آیا ہے۔

قرآنی آیات میں معافی کی صفات کی اہمیت:

لفظ: اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔رحمٰن۔۔۔۔۔۔۔۔رحیم کی تفصیل:

اللہ: اللہ کا نام لفظ الٰہ پر الف لام تعریف داخل کر کے بنا ہے یہ نام ابتداء سے صرف اس خدائے برتر کے لئے خاص رہا ہے جو آسمان وزمین اور تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ نزول قرآن سے پہلے عرب جاہلیت میں بھی اُسکا یہی مفہوم تھا اہل عرب مشرک ہونے کے باوجود اپنے دیوتاؤں میں سے کسی کو بھی خدا کے برابر قرار نہیں دیتے تھے ان کو اس بات کا اقرار تھا کہ آسمان وزمین اور تمام مخلوقات کا خالق اللہ تعالٰی ہی ہے۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ(17)

دوسرے دیوتاؤں کی پرستش وہ محض اس گمان پر کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالٰی کے مقرب ہیں۔اور اس کے ہاں ان کی سفارش قابل قبول ہے۔

اسم رحمان، غضبان اور شکران کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور اسم رحیم کے مقابل میں رحمان میں زیادہ مبالغہ ہے۔اس وجہ سے رحمان کے بعد رحیم کا لفظ اُن کے خیال میں ایک زاہد لفظ ہے جس کی چنداں ضرورت تو نہ تھی لیکن یہ تاکید مزید کے طور پر آگیا ہے۔

عربی زبان کے استعمالات کے لحاظ سے فعلان کا وزن جوش وخروش اور ہیجان پر دلیل ہوتا ہے اور فعیل کا وزن دوام واستمرار اور پائیداری اور استقراری پر۔

اس وجہ سے ان دونوں صفتوں میں سے کوئی صفت بھی برائے بیت نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک خدا کی رحمت کے جوش وخروش کو ظاہر کر رہی ہے۔دوسری اس کے دوام وتسلسل کو۔اللہ تعالٰی نے یہ نہیں کہا ہے کہ اپنی رحمانیت کے جوش میں دنیا پیدا تو کر ڈالی ہو لیکن پیدا کر کے پھر اس کی خبر گیری اور نگہداشت سے غافل ہو گیا ہو بلکہ اس کو پیدا کرنے کے بعد وہ اپنی پوری شان رحمانیت کے ساتھ اس کی پرورش اور نگہداشت بھی فرما رہا ہے۔

بندہ جب بھی اس ذات کو پکارتا ہے وہ اس کی پکار سنتا ہے۔اور اُس کی دعاؤں اور التجاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے پھر اس کی رحمتیں اسی چند روزہ زندگی ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ جو لوگ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں گے ان پر اس کی رحمت ایک ایسی ابدی اور لازوال زندگی میں بھی ہو گی جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

غور کریں تو یہ شعور کے پردے پر عیاں ہوا کہ یہ ساری حقیقت اُس وقت تک بنی نوع انسان پر ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک یہ دونوں لفظ مل کر اس کو ظاہر نہ کریں۔

قرآن میں اس آیات کی جگہ :اس آیت کے متعلق اہم سوال یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اس کی حقیقی جگہ کہاں ہے ؟ یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ یوں تو ہر سورۃ کے شروع میں (سورہ توبہ کے سوا)ایک مستقل آیت کی حیثیت سے لکھی ہوئی ہے لیکن کسی سورۃ میں بھی ماسوائے سورہ النمل کے بظاہر اس کے ایک جز کی حیثیت سے یہ شامل نہیں ہے۔اس وجہ سے اس امر میں اختلاف ہوا ہے یہ کسی خاص سورت کا حصہ بھی ہے یا ہر سورۃ کے آغاز میں محض بطور متبرک آیت وکلمہ اور علامت امتیاز کے لئے ثبت ہے۔ مدینہ ،بصرہ، شام، کے قراء اور فقہا کی رائے ہے کہ یہ قرآن کی سورتوں میں سے کسی سورۃ کی بھی بشمول سورۃ ءفاتحہ آیت نہیں ہے۔ بلکہ ہر سورۃ کے شروع میں اس کو محض تبرک اور علامت، فصل کے طور پر درج کیا گیا ہے تاہم سورتیں ایک دوسرے سے ممتاز بھی ہو جاتی ہیں ۔جبکہ اس کی تلاوت سے آغازِ قراءت برکت کا حصول بھی ہے اِسی پر اماابو حنیفہ رحمۃاللہ علیہ کا مذہب ہے۔

اس کے برعکس امام شافعی رحمۃاللہ علیہ اوران کے اصحاب کا مذہب اِس پر ہے کہ یہ سورۃ فاتحہ سمیت تمام دیگر سورتوں کی آیت کا درجہ رکھتی ہے۔یہی مذہب مکہ اور کوفہ کے فقہاء کا ہے۔(18)

اَلرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ :(19)

بہت بخشش کرنے والا بڑامہربان،

الرحمٰن بروزن فعلان اورالرحیم بروزن فعیل ہے۔دونوں صفت کے صیغے ہیں جن میں مبالغہ موجود ہے۔یعنی اُن میں کثرت اور دوام مفہوم یعنی اللہ کریم بہت رحم کرنے والا ہے۔اور صفت الٰہی دیگر صفات کی طرح دائمی صفت ہے بعض علماء کرام کا یہ اجماعی قول ہے کہ صفتِ رحمٰن میں صفت رحیمی کی نسبت زیادہ مبالغہ موجود ہے تاہم یا رحمٰن الدنیا والآخرۃ کہاجاتاہے۔

اِس جہاں فانی میں اللہ جل شانہ کی رحمت عام ہے۔ جس سے بلا تخصیص مسلمان مؤمن وکافر تمام کے تمام فیض یاب ہورہے ہیں اور آخرت میں روز قیامت وہ ذات قدوس صرف رحیم ہو گی یعنی رحمت الٰہی صرف مؤمنین ومومنات کے لئے خاص ہو گی۔

اللہ عزوجل اپنی اس صفتِ مبارکہ پر ان کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۔(20)

میں وہ رحمت ان لوگوں کے لئے ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں زکٰوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔اللّٰهُمَّ اجْعَلنَا مِنهُمْ۔ (21)

اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات کے ساتھ اِس ارض و سماں اور اس کی ہر ظاہر و مخفی شے پر ازل تا ابد غالب ہے اور اس جہاں فانی کے مدو جزر میں مؤمنین کے دلوں کی ڈھارس اللہ کی رحیمی ورحمانی شان کے گرد گھومتی ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔(22)

اوراللہ اس کے لئے اپنی رحمت خاص کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اوراللہ فضل عظیم کامالک ہے۔

یعنی کفار خواہ مشرکین مکہ ہوں یا یہود و نصاریٰ ہوں، قرآن کے نزول کو تم پر ہر گز پسند نہیں کرتے بلکہ یہود تو یہ تمنا اور آروز کرتے ہیں نبی آخرالزمان بنی اسرائیل میں ہی پیدا ہو اور مشرکین مکہ چاہتے ہیں کہ ہماری قوم میں سے ہوں مگر یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات ہے کہ اُمی لوگوں میں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ (23)

جن لوگوں نے کفر یا، اہل کتاب ہوں یا مشرکین، نہیں چاہتے کے تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی رحمت نازل ہو۔ اور اللہ اپنی رحمت کے لئے خاص کرتا ہے جن کو چاہتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے۔

در حقیقت یہ آیت مالاً معاندین اسلام کے باطن پر عکس ہے اور مسلمانوں سے مخاطب ہے کہ یہود و مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ تمام خیر و شرف کے وارث و مورث اُنہی کی قوم ہے نہ کے بے سہارو بے سرو سامان قلاش مسلمان قوم۔ لیکن جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے الرغم تماری طرف سب سے بڑی خیر و مرتبت کی وراثت منتقل ہو رہی ہے اور تم اس کے حامل ہوا چاہتے ہو تو ان کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ تماری نظروں میں اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وقعت کو کم کردیں، نعوذ باللہ من ذلک۔ تم لہذا ان کی چالوں سے ہوشیار و خبر دار رہو پھر یہ بھی کہ اللہ نے اپنے فضل رحمت کا اجارہ دار نہ یہود کو بنایا اور نہ ہی قریش کے سرداروں کو بلکہ اللہ کریم خود اپنے فضل ورحمت کا مالک و مختار ہے۔ وہ اپنی صوابدید اور اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق جس کو چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے۔ (24)

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔(25)

لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے ۔

اسی مقام پر اللہ کریم کی ایک مبارک سنت کا بیان ہے کہ وہ انسانوں کے ہی ایک گروہ کے ذریعے سے، دوسرے انسانی گروہ کے ظلم اور اقتدار کا خاتمہ کرتا ہے اگر وہ اس عمل کو جاری وساری نہ فرماتا تو یہ زمین ظلم و فساد سے بھر جاتی کہ ہمیشہ ایک ہی گروہ قوت و اختیار سے بہرہ ور رہتا۔ تا ہم قانون الٰہی کا خاص مظہر ہے۔ جو فضل الٰہی کی دلالت کرتا ہے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ حج کی آیت 38 اور 40 میں بھی فرمایا ہے۔ (26)

جب سامنے ہوئے جالوت کے یعنی وہی تین سو تیرہ آدمی اور انہی تین سو تیرہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے والد اور چھ بھائی اور خود حضرت داؤد بھی تھے۔ حضرت داؤد کو راستے میں تین پتھر ملے اور بولے کہ اُٹھا لے ہم کو ہم جالوت کو قتل کریں گے جب مقابلہ ہوا تو جالوت خود باہر نکلا اور کہا کہ میں اکیلا تم سب کو کافی ہوں میرے سامنے آتے جاؤ۔ حضرت اسمٰوئیل نے حضرت داؤد علیہ السلام کے باپ کو بُلایا کہ اپنے بیٹے مجھ کو دِکھلا۔ اُس نے چھ بیٹے دِکھلائے جو قد آور تھے حضرت داؤد کو نہ دِکھایا کہ ان کا قد چھوٹا تھا اور بکریاں چراتے تھے پیغمبر نے اُن بلوایا اور پوچھا کہ جالوت کو مارے گا؟ اُنہوں نے کہا کہ ماروں گا۔ پھر جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور تمام بدن لوہے میں غرق تھا۔ تینوں پتھر اس کے ماتھے پر لگے اور پیچھے کو نکل گئے۔ جالوت کا لشکر بھاگا اور مسلمان کو فتح ہوئی۔ طالوت کے بعد یہ بادشاہ ہوئے۔ اس سے معلوم ہو گیا حکم جہاد ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت اور احسان ہے۔ نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبیوں کا کام نہیں ہے۔ (27)

یہاں جہاد کی ضرورت اور فلسفہ بیان ہوا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جہاد کا حکم نہ دیتا اور اس کے صالحہ بندے زمین کو فتنہ وفساد سے پاک کرنے کے لئے تلوار نہ اٹھاتے تو اشر اور مفسدین دنیا کو شر و فساد سے بھر دیتے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کے جنگ بدر سے پہلے تک تو قریش مسلمانوں کی کمزوری کو ان کے خلاف دلیل ٹھہراتے رہے اور جنگ بدر کے بعد ان کے جوش جہاد کو ان کے خلاف دلیل کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ انبیاء وصالحین جو جہاد کرتے ہیں اس سے مقصود حق اور عدل کا قیام اور شر و فساد کا استیصال ہوتا ہے ورنہ خدا کی زمین نیکی اور بھلائی کے لئے بالکل بنجر ہو کے رہ جائے اس وجہ سے صالحین کا جہاد اہل زمین کے لئے خدا کی ایک بہت بڑی عنایت ہے (28)

جہاد ''جہد'' سے مصدر ہے بمعنی محنت اور کوشش کرنا۔ یہ محنت و کوشش روزِ اوّل تا روزِ آخر قائم رہے گی۔ خواہ وہ کسی بھی صورت میں قائم رہے۔ دُنیا ہے میں حق و باطل کی جنگ روزِ روشن کی مانند ہے لہذا کبھی کفر غالب آتا ہے تو کبھی حق۔ اور جب تک یہ دنیا باقی رہے گی اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے حق ہمیشہ کلمہ گو رہے گا جب جب شیطانی نمائندے اس زمین پر فتنہ وفسق وفجور برپا کرتے رہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر لحظہ میں اپنے انبیاء ورُسل اور صالحین کو اپنا نائب بنا کر دین حق کی سربلندی فرمائی ہے۔ جنہوں نے کفر و ظلمت کو نیست و نابود کر دیا ہے۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ (29)

ترجمہ: جب حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے، میں ڈال دوں گا دل میں کافروں کے دہشت سو مارو گردنوں پر اور کاٹو ان کی پور پور۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (30)

اور اللہ ہی کے اختیار میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ وہ جس کو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا عزاب دے گا اور اللہ غفور الرحیم ہے۔

یعنی تمام زمین و آسمان میں خدائے واحد کا اختیار چلتا ہے سب اِسی کی مملوک و مخلوق ہیں وہ جس کو مناسب جانے ایمان کی توفیق دے کر بخش دے اور جسے چاہے کفر کی سزا میں پکڑ لے۔ شاید اخیر میں ''وَاللہ غَفُورٌ رَّحِیمٌ'' فرما کر اشارہ کر دیا کہ ان لوگوں کو جن کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدعا کرنا چاہتے تھے، ایمان دے کر مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیا جائے گا۔ (31)

المختصر انسان خطا کا پتلا ہے بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر بچہ کو فطرت مسلمہ پر پیدا فرمایا ہے اور اس کے بعد اس کے والدین اس کو اپنا مذہب وشناخت دیتے ہیں۔ اگر وہ گناہ کو اختیار کرتا ہے مگر پھر اپنے رب سے رجوع کر لے تو اللہ تعالیٰ کی ذات در گزر اور بخش دینے پر قادر ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۔ (32)

ترجمہ: اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کریں گے تم سے چھوٹے گناہ تمارے اور داخل کریں گے تم کو

عزت کے مقام میں۔

پہلی آیت میں مذکور تھا کہ جو کوئی ظلماً کسی کے جان یا مال کو نقصان پہنچائے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس سے یہ معلوم ہو گیا تھا حق تعالیٰ کی نا فرمانی بندہ کہ لئے موجب عذاب ہے اب اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب کرنے پر وعدہ مغفرت اور جنت کی توقع و طمع دلائی جاتی ہے تاکہ ہر شخص اللہ کی طرف سے سزا کی وعید اور جنت و انعام و اکرام کی بشارت کو جان لے اور گناہوں سے احتراز برتے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی علم ہو جائے کہ جو گناہ کبیرہ ہیں۔ مثلاً کسی کا بھی مال ناحق غصب کرنا، سرقہ کرنا، یا کسی کو ظلماً قتل کرنے سے بچ گیا جن کا ابھی تذکرہ کیا گیا ہے

معتزلہ اور ان کے موافقین نے سرسری طور پر آیت بالا کا مضمون یہ سمجھ لیا کہ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے یعنی کبیرہ گناہ ایک بھی نہ کرو گے تو پھر محض صغیرہ گناہوں کو کتنے ہی ہوں معاف کر دئے جائیں گے اور اگر صغائر کے ساتھ کبیرہ کیف ما اتفق ایک یا دو بھی شامل ہو جائیں گے نہ صغیرہ کی معافی ہو گی اور نہ کبیرہ کی، بلکہ تمام کے تمام کی سزا لازم ہو جائے گی۔

اہل سنت فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کو معافی اور مواخزہ کا اختیار بدستور محقق ہے اوّل صورت میں معافی کا لازم ہونا اور دوسری صورت میں مواخزہ کو واجب سمجھنا معتزلہ کی بدفہمی اور کم فہمی ہے یقیناً۔ نیز اس سے معتزلہ کا جو مذہب راجح نظر آتا ہے اس پر کسی نے تو یہ جواب دیا کہ انتفاء شرط سے انتفاء مشروط کوئی ضروری امر ہرگز نہیں۔ کسی نے یہ کہا کہ لفظ کبائر سے جو آیت مذکور ہے۔

اکبر الکبائر: یعنی خاص شرک لیا ہے اور لفظ کبائر کی جمع لانے کی وجہ تعداد انواع شرک کو قرار دیا اور اسی کے ذیل میں چند اور باتیں بھی زیر بحث آ گئیں۔ مگر ہم ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے صرف آیت کے محقق اور عمدہ معنی ایسے بیان کیے دیتے ہیں جو نصوص اور عقل کے مطابق اور قواعد اور ارشاد محققین کے موافق ہوں اور شرط فہم و انصاف معنی مذکورہ کے بعد تمام ضمنی باتیں خود بخود حل ہو جائیں اور بر عکسِ معتزلہ اپنے آپ ہی مصمحل ہو کر معتزلہ کے عدم تدبر حجت قوی بن جائے اور اہل حق کو اس کے ابطال و تردید کی طرف توجہ فرمانے کی حاجت ہی نہ رہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ارشاد: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَـيِّاٰتِكُمْ جو یہاں مذکور ہے اور ارشاد :اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ہر دو ارشاد کا مدعیٰ ایک ہی ہے۔ صرف لفظوں کا تھوڑا سا فرق ہے اب جو مطلب ایک آیت کا ہو گا وہی دوسری آیت کا بھی ہو گا سو، سورۃ النجم کی نسبت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد بخاری وغیرہ میں کتب حدیث میں شفافیت سے نمایاں ہے:

عن أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : (إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لاَ مَحَالَةَ ، فَزِنَا العَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ المَنْطِقُ ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي ، وَالفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ كُلُّ ابْنِ آدَمَ لَهُ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا ، فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا الْيَدَيْنِ الْبَطْشُ، وَزِنَا الرِّجْلَيْنِ الْمَشْيُ، وَزِنَا الْفَمِ

الْقُبَلُ ، وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى ، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ الْفَرْجُ) وصححه محققو المسند على شرط مسلم۔(33)

بشرط فہم اس حدیث سے ہر دو آیات سابقہ کے واقعی اور تحقیقی مطلب کا پورا سراغ لگ گیا۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔(34)

ترجمہ جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے اور بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو احکام حالت احرام یا احترام کعبہ وغیرہ کے متعلق دئے گئے ہیں اگر ان کی عملاً خلاف ورزی کروگے تو سمجھ لو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے اور بھول چوک سے کوئی تقصیر ہو جائے پھر کفارہ وغیرہ ہے اس کی تلافی کر لو اور بارگاہ الٰہی میں اتنی غلطی پر نادم ہو کر خوب عجز سے توبہ و استغفار کر لے تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔(35)

جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے اور بڑا بخشنے والا اور مہربان بھی یہ تنبیہ اور بشارت دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا سے بے خوف ہو کر اس کے شعائر کی بے حرمتی کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو سخت سزا دے گا اور جو لوگ غیب میں رہتے اس سے ڈرتے رہیں گے اور اس کے شعائر کا کماحقہ احترام کریں گے اُن کے لئے اللہ کی ذات بے پناہ غفور و رحیم ہے۔(36)

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔(37)

ترجمہ: اور جب آئیں تمارے پاس ہماری آیتوں کو ماننے والے تو کہہ دے تُو سلام ہے تم پر لکھ لیا ہے تمارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو کہ جو کوئی کرلے برائی ناواقفیت سے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور نیک ہو جاوے تو بات یہ ہے کہ وہ (رب بہت) بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اُنھیں خوش خبری دیں کہ نفصلُ واحسان کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر گزار بندوں پر اپنی رحمت کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تخلیق کائنات سے فارغ ہو گیا تو اُس الودود ہستی نے عرش پر رکھ دیا۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ وَهُوَ يَكْتُبُ عَلَى نَفْسِهِ وَهُوَ وَضْعٌ عِنْدَهُ عَلَى الْعَرْشِ : إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِ۔(38)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں اسے لکھا، اس نے اپنی ذات کے متعلق بھی لکھا اور یہ اب بھی عرش پر لکھا ہوا موجود ہے «إن رحمتي تغلب غضبي» کہ "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات میں ایک صفت مغلوب صفت، صفت، رحمی بھی ہے یہ آیت بالا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن غربائے مسلمین کے ساتھ بالکل اس کے ضد طرز عمل اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے جس کا مطالبہ سرداران قریش کرتے تھے۔ سرداران قریش تو یہ

چاہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو اپنے پاس سے دھتکار دیں۔ لیکن اللہ کریم نے اِس کے برعکس پیغمبر وہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ہدایت فرمائی کہ جب ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے ہمارے یہ بندے تمارے پاس آیا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلامتی اور دعائے رحمت کے ساتھ اُن کا خیر مقدم فرمائیں اور ان کی تسلی و تشفیع کے واسطے بشارت دو اُنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے باایمان بندوں کے لئے رحمت کو اپنی ہستی پر واجب فرمالیا ہے۔ اور یقیناً وہ تم کو اپنی رحمت سے نوازے گا۔ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے باعث کسی طرح غلطی سرزد ہو جائے مگر وہ توبہ اور اصلاح کرلے گا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ بات یہاں قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بشارت دی ہے وہ صرف رحمت اور مغفرت کی دی ہے اس کے ساتھ کسی دنیوی مال وجاہ کا کوئی لوث نہیں ہے اس سے اللہ کے ان غریب، لیکن دنیا اور سروسامان دنیا سے بے نیاز بندوں کے باطن پر عکس ہے جو عیاں کرتا ہے کہ یہ لوگ مال ومتاع دنیا سے محروم ہونے کے باوجود اپنے دلوں میں اس دنیا کا کوئی ارمان نہیں رکھتے۔ وہ تو محض اپنے خالق ومالک حقیقی کی رضا چاہتے تھے۔(39)

یہاں مؤمنین کے حق میں شان تبشیر کا اظہار ہے یعنی مؤمنین کو کامل سلامتی اور رحمت ومغفرت کی بشارت سنا دیجئے تا کہ ان غریبوں کا دل بڑھے اور دولت مند متکبرین کے طعن و تشنیع اور تحقیر آمیز برتاؤ سے شکستہ خاطر نہ رہیں نیز اس لئے کہ مؤمنین کے مقابلہ میں مجرمین کا طریقہ بھی واضح ہو جائے (تنبیہ) یہ جو فرمایا ہے "جو کوئی کرے برائی تم میں سے ناواقفیت سے" اس سے یہ غرض وغایت مقصود ہو کہ مؤمن جو معصیت کرتا ہے چاہے وہ انجانے میں ہو یا دانستہ طور پر، وہ فی الحقیقت اُس گناہ یا برائی کے انجام بد سے ایک حد تک ناآشنا اور بے خبر ہوتے ہوئے ہی سرزد ہوتی ہے و گرنہ تباہ کن نتائج کا پوری طرح اندازا ستحضار ہو تو کون ایسا ہو گا جو اُس پر اقدامِ عمل کی جرات کرے گا۔(40)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات میں صفت رحیمی مغلوب ومعروف ہے جو کوئی بھی اللہ کی ذات پر کامل یقین رکھتا ہے اور اصلاح نفس واعمال کے ضمن میں توبہ اور عجز، وخشوع کو اختیار کرتا ہے تو اللہ بھی اپنے بندوں کو ندامت کے عوض رحمت ومغفرت کی بشارت سے نوازتا ہے مگر یہ ندامتیں بھی اُن کا وصف ہے جو اپنے باطن کو پاکیزہ کرنے پر بارگاہ عالی میں جتے رہتے ہیں۔

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔(41)

ترجمہ: میرے بندوں کو آگاہ کردو کہ بے شک میں بخشنے والا بڑا ہی مہربان ہوں۔

آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ سے متعلق صحیح تصور کی وضاحت کرتی ہیں کہ اس کی ڈھیل سے کسی کو اس مغالطے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ نیک وبد دونوں اس کی نظر میں یکساں ہیں۔ وہ منتقم وقہار بھی ہے اور شفیق اور مہربان بھی ہے جو لوگ اس کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں ان کے صبر کی آزمائش کے لئے ان کو امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن بالآخر وہی لوگ کامیاب وبامراد ہوتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا مہربان بخشش فرمانے والا ہے۔(42)

انسان چونکہ خطا کا پُتلا ہے تاہم کبھی نادانستہ اور کبھی دانستہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے لیکن چونکہ پھر انسان کی تخلیق تو فطرت مسلمہ پر ہے سو گنا

ہ کا بوجھ اُسے مضطرب کیے رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ آیت کریمہ انسان کے دل کا یہ اضطراب ختم کرتی ہے کہ اللہ عزوجل کی رحمت ہر حال میں اپنے بندوں پر وسیع ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا۔(43)

ترجمہ: اور تیرا رب بخشنے والا ہے رحمت والا اگر ان کو پکڑے ان کے کئے پر تو جلد ڈالے ان پر عذاب، پر ان کے لئے ایک وعدہ ہے کہیں نہ پائیں گئے اس سے ورے سرک جانے کو جگہ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جس وقت کسی سے قصور سرزد ہو اُسی وقت اُسے پکڑ کر سزا دے ڈالے۔ یہ اس کی شانِ رحیمی کا تقاضا ہے کہ وہ مجرموں کو پکڑنے سے جلد بازی سے کام نہیں لیتا اور مدتوں اس کو سنبھلنے کا موقعہ دیتا ہے رہتا ہے مگر سخت نادان ہیں وہ لوگ جو اُس ڈھیل کو غلط معنی میں لیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خواہ کچھ بھی کرتے رہیں ان سے باز پرس ہو گی ہی نہیں۔(44)

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔(45)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے (اللہ فرماتا ہے) اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی ہے! تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہیات رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی وسعت کا بیان ہے اسراف کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا۔ اور یہاں اس کا مطلب ہے گناہوں کی کثرت اور اس میں افراط۔ ''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو'' کا مطلب ہے کہ ایمان لانے سے قبل یا توبہ واستغفار کا احساس پیدا ہونے سے پہلے کتنے بھی گناہ کیے ہوں، انسان یہ نہ سمجھے کہ میں تو بہت زیادہ گناہ گار ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کیونکر معاف کرے گا بلکہ سچے دل سے اگر ایمان قبول کرے گا یا توبۃ النصوح کرے گا تو اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرمادے گا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت ومغفرت پر خوب گناہ کیے جاؤ، اس کے احکام وفرائض کی مطلق پروانہ کرو۔ اور اس کی حدود اور ضابطوں کو بے دردی سے پامال کرو۔ ایسے لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ جہاں اپنے بندوں کے لئے غفور الرحیم ہے، وہاں اس کا عذاب نافرمانوں کے لئے عذاب الیم بھی ہے۔ یہاں آیت کا آغاز یعبادی (اے میرے بندوں) سے فرمایا جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو ایمان لا کر یا سچی توبہ کر کے صحیح معنوں میں اس کا بندہ بن جائے گا، اس کے گناہ اگر سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں گے تو وہ معاف فرمادے گا وہ اپنے بندوں کے لئے یقینا غفور الرحیم ہے۔ جیسے حدیث میں سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ کا واقعہ ہے۔(46)

یہ آیت ارحم الراحمین کی بے پایاں اور عفوو در گزر کی شان عظیم کا علان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفاء کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی بھی ہو آیت ہذا کو سننے

کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے اور آس توڑ جائے اس کی کوئی وجہ نہیں ملتی اُس کے لئے۔ کیونکہ اللہ عزوجل جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے۔ کوئی اُس ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ پھر بندہ ناامید کیوں ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی کہ کفر وشرک کا جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ لہذا {اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا کو ,, لِمَنْ یَّشَآءُ ,, کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (47)

اس تصدیق سے یہ لازم نہیں آ سکتا کہ اللہ بدون توبہ کے کوئی چھوٹا بڑا قصور معاف ہی نہ کر سکے اور نہ ہی یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت ہی نہیں۔ بدون توبہ کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے مطلق دوسری آیات میں بتلادیا گیا ہے۔ کہ وہ کفر وشرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہو گی چنانچہ آیت ہذا کی شان نزول بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔(48)

عبادت کی تمام تر اقسام سے ہی اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی، انکساری، محبت کا اظہار ہو گا اور ان عبادات میں سے ایک عظیم عبادت ''توبہ'' ہے بلکہ توبہ سب سے افضل عبادت ہے تمام گناہوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے چاہئے اپنے گناہوں سے انسان واقف ہے یا ناواقف توبہ لازم ہے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اگر گناہ بندے اور اللہ سے تعلق رکھتا ہے تو پھر توبۃ النصوح کی تین شرائط ہیں اوّل یہ کہ گناہ ترک کر دے، دوئم اس گناہ پر پیشمان ہو اور آخر یہ کے آئندہ دوبارہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

سیرت النبی کی روشنی، میں معافی کے واقعات اور معافی کی فضیلت:

معاف کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ ؛ فَاعْفُ عَنِّي۔(49)

اے اللہ تو لوگوں کو معاف کرنے والا اور تو معافی کو پسند کرتا ہے سو تو مجھے بھی معاف کر دے "تو معافی کو پسند کرتا ہے'':

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْ جُرْعَةٍ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَ اللَّهِ، مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا عَبْدٌ ؛ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ

''سب سے زیادہ اجر والا گھونٹ اللہ تعالیٰ کے ہاں غصہ کا گھونٹ ہے جسے بندہ اللہ کی رضا چاہتے ہوئے پی جاتا ہے۔(50)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ۔(51)

''صدقہ کسی مال میں کمی نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ معاف کر دینے کی وجہ سے بندے کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر نیچا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اونچا کر دیتا ہے۔''

طاقت کے باوجود معاف کیجئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ

لِلصَّابِرِينَ۔ (52)

ترجمہ: اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناوہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔

حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُخَيِّرَهُ اللَّهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ۔ (53)

''جو شخص غصہ پی جائے جبکہ وہ اس پر عمل درآمد کی قدرت رکھتا ہو تو اللہ اسے قیامت کے دن بر سر مخلوق بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جنت کی حور عین میں سے جسے چاہے منتخب کر لے۔

اصل میں طاقت ور کون ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '': لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ'' ۔(54)

''پہلوان ہر گز وہ نہیں جو بہت زیادہ پچھاڑ دینے والا ہو، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔'' ایک شخص کو بار بار یہی نصیحت کرتے رہے کہ غصہ نہ کیا کرا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ''مجھے وصیت فرمایئے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، لَاتَغْضَبْ '' غصہ مت کر۔'' اس نے کئی دفعہ درخواست دہرائی، آپ نے یہی فرمایا ،، لَا تَغْضَبْ '' غصہ مت کر۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت کے باوجود معاف کر دیا. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد وہاں کے رہنے والوں سے یوسف علیہ السلام جیسا ہی سلوک کیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن قریش کے سرداروں اور بڑے بڑے لوگوں نے کعبہ میں پناہ لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے. تو آکر دروازے کی چوکھٹ کے دونوں کناروں کو پکڑا، پھر فرمایا'': اے معشر قریش! بولو کیا کہتے ہو؟'' انھوں نے کہا'': ہم کہتے ہیں آپ رحیم وکریم بھتیجے اور چچازاد بھائی ہیں۔'' آپ نے پھر ان کے سامنے اپنی بات دہرائی، انھوں نے وہی جواب دیا، تو آپ نے فرمایا''. پھر میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہا تھا»: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ(55)

چنانچہ وہ سب نکل کر آئے اور آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی بھی بدلہ نہیں لیا، عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں (: مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِيْ شَيْءٍ يُؤْتٰى إِلَيْهِ حَتّٰى يُنْتَهَكَ مِنْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ)(56)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی معاملے کا انتقام نہیں لیا جو آپ سے کیا گیا۔ ہاں! اللہ تعالی کی حرمتوں میں سے کسی کو توڑا جاتا تو آپ اللہ کی خاطر انتقام لیتے۔'' طائف کی وادی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر مارنے والوں پر رحم کیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی زیادہ سخت گزرا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا طائف کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا ایسا مہربان نبی کہ طائف میں دس دن رہ کر مار کھا کر زخمی اور بے ہوش ہو کر نکلا اور ہوش آنے پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا اس نے عرض کیا ,,یَا مُحَمَّدُ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الأَخْشَبَيْنِ؟ کہ اگر کہو تو میں (دو پہاڑوں) اخشبین میں ان کفار کو پیس دوں؟ تو فرمایا,, بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلاَبِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا'' مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکالے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔(57)

شعب ابی طالب میں معاشی بائیکاٹ کرنے والوں پر جب قحط سالی کا کوڑا برسا تو رحم دل نبی نے اپنی انا کی قربانی دیتے ہوئے ان کے لیے دعا کی قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سخت سرکشی کی تو انھیں قحط اور بھوک نے آلیا۔ حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ،، حتیٰ کہ وہ ہڈیاں کھانے لگے۔ وفی روایۃ۔ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ،، ایسا قحط پڑا کہ کفار مرنے لگے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے آدمی آسمان کی طرف دیکھنے لگتا تو بھوک کی وجہ سے اسے اپنے اور آسمان کے درمیان دھواں سا نظر آتا تو ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے کہا۔ ''یا رسول اللہ! مضر قبیلے کے لیے بارش کی دعا کریں کیونکہ وہ تو ہلاک ہو گئے۔'' وفی روایۃ،، فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ هَلَكُوا فَادْعُ اللَّهَ،، ابوسفیان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں لیکن آپ کی قوم مر رہی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا کیجئے فَاسْتَسْقَى فَسُقُوا۔ خیر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا کر دی اور ان پر بارش ہو گئی۔(58)

صحابہ کرام کی زندگی میں معافی کے واقعات:

کسی انسان کو معاف کرنا باوجود اس کے کہ اس نے کوئی غلطی بھی کی ہو تو بہت بڑا کام ہے صحیح بخاری میں ابراہیم نخعی کا قول ہے۔،،كَانُوا يَكْرَهُونَ أَنْ يُسْتَذَلُّوا، فَإِذَا قَدَرُوا عَفَوْا،، کہ وہ (صحابہ کرام) ذلت قبول کرنے کو ناپسند کرتے تھے، مگر جب قدرت پا لیتے تو معاف کر دیتے تھے۔(59)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا,, وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ,, اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے(60)

حضرت عائشہ پر جب منافقین نے تہمت لگائی تو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ ان سادہ لوح مسلمانوں میں سے تھے جو اس فتنہ کی رو میں بہہ گئے تھے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق کے قریبی رشتہ دار تھے اور محتاج تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن کے بیٹے تھے,, بعض نے انھیں خالہ زاد بھی کہا ہے,, حضرت ابو بکر صدیق انھیں گزر اوقات کے لئے کچھ ماہوار وظیفہ بھی دیا کرتے تھے۔ جب یہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق کو ان سے رنج پہنچ جانا ایک فطری امر تھا۔ جس نے بھلائی کا بدلہ برائی سے دیا تھا۔ چنانچہ

آپ نے قسم کھالی کہ آئندہ ایسے احسان فراموش کی کبھی مدد نہ کریں گے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔(61)

ترجمہ: اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور در گزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

اس آیت میں ایسے لوگوں سے بھی عفو و در گزر کی تلقین کی گئی۔ چنانچہ آپ نے فوراً اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور فرمایا: پروردگار!''ہم ضرور چاہتے ہیں کہ تو ہمیں معاف کر دے'' چنانچہ آپ نے دوبارہ مدد کا سلسلہ جاری رکھنے کا عہد کیا بلکہ پہلے سے زیادہ مدد کرنے لگے۔(62)

علماء کرام کی زندگی میں معافی کے واقعات:

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے جب اپنا رسالہ الاستغاثہ تصنیف کیا تو ان کے مخالف صوفی البکری کو بڑا طیش آیا اور اس نے امام پہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ وہ موقعے کے انتظار میں تھا کہ ایک دن امام صاحب راستے میں اکیلے جاتے ہوئے مل گئے۔ اس کے ساتھ اس کے مریدوں اور اوباشوں کا ایک گروہ بھی تھا۔ انھوں نے مل کر ابن تیمیہ پہ ہلہ بول دیا اور انھیں خوب زدو کوب کیا۔ پھر انھیں زمین پہ پھینک کر فرار ہو گئے۔

لوگوں کو پتا چلا تو وہ امام کے پاس جمع ہو گئے جن میں سرکاری فوج کے لوگ بھی تھے۔ وہ سب امام سے اجازت مانگنے لگے کہ البکری سے انتقام لیا جا سکے مگر امام نے انکار کر دیا اور فرمایا: دیکھو! اس باب میں یا تو مجھے حق حاصل ہے؛ یا تمھیں؛ یا پھر خدا کو؛ اگر یہ میرا حق ہے تو میری طرف سے وہ آزاد ہے؛ اگر تمھارا حق ہے اور تمھیں میری بات سننی ہی نہیں تو مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر یہ خدا کا حق ہے تو وہ جب چاہے اور جیسے چاہے اپنا حق لے سکتا ہے، تمھیں دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔

تاہم امام صاحب کی ان باتوں کی کوئی پروا کیے بغیر لوگوں نے البکری کو ڈھونڈنا شروع کر دیا؛ مگر حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ وہ انھیں کہیں نہیں ملا کیوں کہ البکری کو چھپنے کی کوئی جگہ نہ ملی سوائے امام ابن تیمیہ کے گھر کے؛ جب وہ امام سے پناہ کا طالب ہوا تو آپ نے اسے اپنے گھر میں پناہ دی؛ یہی نہیں بل کہ سلطان کے ہاں اس کی سفارش کر کے اس کی جاں بخشی کرائی۔(63)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کی رضامندی تلاش کرنے کے لیے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ ان بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔(64)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ۔(65)

میں جنت کی ایک جانب میں ایک محل کا ذمہ دار ہوں اس شخص کے لیے جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔اور جنت کے درمیان میں ایک محل کا،اس شخص کے لیے جو مزاح میں بھی جھوٹ چھوڑ دے اور جنت کی اعلی منازل میں ایک محل کا اس شخص کے لیے جو اپنے اخلاق کو عمدہ بنالے۔"

مولانا ثناءاللہ امر تسری رحمہ اللہ سے زیادہ بااخلاق کون ہوا ہو گا ماضی قریب میں۔ مگر ایک بدعتی اور بد عقیدہ شخص نے مسلکی مخالفت کی وجہ سے سر میں کلہاڑا مار دیا اور حملہ آور جیل میں اور مولانا ہسپتال پہنچ گئے. مولانا نے اپنی جیب سے اس حملہ آور کے گھر کے حالات معلوم کروائے اور راشن بھجوانا شروع کر دیا. ملزم جیل باہر آیا تو گھر آتے ہی اسے پتہ چلا کہ راشن کہاں سے آتا رہا تو سیدھا مولانا رحمہ اللہ کے پاس جا کر انکے قدموں میں ڈھیر ہو گیا.

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ،،اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کی رضامندی تلاش کرنے کے لیے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ ان بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔(66)

بشار عواد معروف حفظہ اللہ فرماتے ہیں: خالفتُ العلامةَ الألباني في 300 موضع، ولم أصفه إلا بالعلامة. میں نے 300 مقامات پر علامہ البانی سے اختلاف کیا اور ہر مرتبہ علامہ کہہ کر ہی ان کا ذکر کیا!

مولانا أبوالکلام کہتے ہیں ایک رات کھانے کے وقت میری والدہ نے سالن اور جلی ہوئی روٹی میرے والد کے آگے رکھ دی میں والد کے ردِ عمل کا انتظار کرتا رہا کہ شاید وہ غصّے کا اظہار کرینگے لیکن انہوں نے اِنتہائی سکون سے کھانا کھایا اور ساتھ ہی مجھ سے پوچھا کہ آج سکول میں میرا دن کیسا گزرا مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا.

لیکن اُسی دوران میری والدہ نے روٹی جل جانے کی معذرت کی. میرے والد نے کہا کوئی بات نہیں بلکہ مجھے تو یہ روٹی کھا کر مزا آیا.اُس رات جب میں اپنے والد کو شب بخیر کہنے اُن کے کمرے میں گیا تو اُن سے اِس بارے میں پوچھ ہی لیا کہ کیا واقعی آپ کو جلی ہوئی روٹی کھا کر مزا آیا؟انہوں نے پیار سے مجھے جواب دیا بیٹا ایک جلی ہوئی روٹی کچھ نقصان نہیں پہنچاتی مگر تلخ ردعمل اور بد زبانی انسان کے جذبات کو مجروح کر دیتے ہے۔

میرے بچے یہ دُنیا بے شمار ناپسندیدہ چیزوں اور لوگوں سے بھری پڑی ہے، میں بھی کوئی بہترین یا مکمل انسان نہیں ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ارد گرد کے لوگوں سے بھی غلطی ہو سکتی ہے ایک دوسرے کی غلطیوں کو در گزر کرنا، رشتوں کو بخوبی نبھانا اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرنا ہی تعلقات میں بہتری کا سبب بنتا ہے ہماری زندگی اتنی مختصر ہے کہ اِس میں معذرت اور پچھتاووں کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہئے۔

رشتے ختم ہونے کے بعد بھی وفا اور حسن تعلق کا رشتہ باقی رہتا ہے۔ ہمارے یہاں باہمی شناسا جب کشیدہ تعلقات کے دور سے گزرتے ہیں یا

مکمل بریک اَپ ہو جاتا ہے تو پھر پلٹ کر بھی پرانے رفیق یا شریک سفر کی خوبیاں یاد نہیں کرتے بلکہ زبان پر بھولے سے بھی ذکر خیر نہیں آتا۔ بلکہ جب کبھی ذکر آتا ہے تو صرف برائیاں ہی بیان کی جاتی ہیں۔ استاذ العلماء، محدث دوراں حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی بیٹی کو ان کے داماد نے طلاق دے دی تو حافظ صاحب اسے کہنے لگے:

بیٹا ہمارا ایک رشتہ ,, مساہرت والا ,, ختم ہوا ہے دوسرا رشتہ اسلام والا ابھی باقی ہے حقیقت بھی یہی ہے کہ طلاق نہ تو دشمنی ہے اور نہ ہی جنگ اور نقصان کا دروازہ۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق کے واقع ہو جانے کے بعد طرفین سے فرمایا ہے: وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ,, اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو۔(67)

شیخ بدر بن علي العتيبي لکھتے ہیں ایک سعودی عورت جس کی سرجری کا وقت قریب تھا اور اس سرجری کے لیے چھ ہزار ریال رقم کی شدید ضرورت تھی، ایسے موقع پر اسے اپنے سابقہ شوہر کے علاوہ اس کی مدد کرنے والا کوئی نظر نہ آیا، اس نے اسے میسیج کیا اور اس نے بھی پرانے تعلق کی بنیاد پر وفاداری نبھائی اور بروقت سخاوت کر کے اس کی مشکل حل کر دی۔(68)

لہذا اے مسلم! اگر شیطان کا وار تجھ پر کامیاب ہو جائے، تو اپنے رب کی نافرمانی کر بیٹھے اور اگر امّرِ ربّانی سے محروم ہو جائے تو پھر سے اپنے رب ذوالجلال کے قربِ خاص کے حصول، گناہوں کی بخشش اور خوشنودی ءپروردگا کے حصول کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، کہ اُس رب ذوالجلال کی رحمت و مغفرت کا سمندر اتنا وسیع ہے کہ ہم چاہ کر بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور جس میں ڈوبنا ہی کامیابی ہے آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے جس شخص کو یہ راز سمجھ میں آ گیا، اُس کی دنیا بھی سنور جائیگی اور آخرت بھی! ان شاءاللہ۔

خلاصہ کلام

معافی کے حسن معاشرت پر اثرات و نتائج،، پر محیط ہے۔ ان میں کوشش کی گئی ہے کہ صفت رحمن اور صفت رحیم کی لغوی ابحاث کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا جائے تاکہ ایک قاری کماحقہ، مستفید ہو سکے۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور وہ ہمیشہ چاہتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ نہ بنے لہذا وہ پہلے پہلے بندے کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں لگا دیتا ہے جب وہ شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر لیتا ہے تو شیطان اُسے اللہ سبحانہ کی رحمت سے مایوس کرنے کی کوشش کرتا ہے قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی وسعت کو بیان فرمایا ہے سورۃ الزمر کی آیت 53 میں ارشاد باری ہے ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)آپ فرمادیجئے! اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بیشک اللہ سارے گناہ معاف فرمادیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے،، اِسی طرح ذخیرہ احادیث کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے جگہ جگہ اپنی رحمت کو بیان فرمایا۔

حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اُس نے اپنی کتاب میں لکھا اور وہ اپنی ذات کے متعلق لکھتا ہے جو اُس کے پاس عرش پر رکھی ہوئی ہے کہ میرے غضب پر میری رحمت غالب ہے'' (صحیح

البخاری:6969، صحیح مسلم؛2751)۔''

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خاتم النبیّن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے جن میں ایک عورت بھی تھی اور وہ دودھ کی کثرت کی وجہ سے اُسے کی چھاتیاں بہہ رہی تھیں کیونکہ اس کا بچہ نہیں تھا جو اس کا دودھ پیتا وہ اپنا دودھ پلانے کی خاطر اِسی بچہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑتی تھی چنانچہ جب وہ قیدیوں میں سے کسی کے بچے کو پالتی تو اپنے بچہ کی محبت میں اُسے لے کر اپنے پیٹ سے لگاتی اسے دودھ پلانے لگتی یہ دیکھ کر ختم النبین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ کیا تمارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی ؟(یعنی جب یہ غیر کے بچے کے ساتھ اتنی محبت کرتی ہے تو کیا اس بات کا خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی)تو ہم نے کہا: ہر گز نہیں ڈالے گی۔ بشر طیکہ وہ ڈالنے پر قدرت رکھتی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ عورت اپنے بچے پر جتنا رحم و پیار کرتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں پر اس سے کہیں زیادہ تم سے پیار کرتا ہے۔(صحیح بخاری: 5999، صحیح مسلم: 2754) صحیح مسلم میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ''بے شک اللہ پاک رات کے وقت اپنا دستِ قدرت پھیلا دیتا ہے تا کہ دن میں گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔'' (مسلم9572)

المختصر اللہ سبحانہ عزوجل سے اچھا گمان (حُسن ظن) رکھنا واجب ہے۔اس کی رحمت سے ہر گز مایوس نہیں ہونا چاہیے وہ چاہے تو کسی کے ایک گناہ پر ایسی پکڑ فرمائے کہ ساری نیکیاں کم پڑ جائیں اور وہ چاہے تو کسی کو ایک نیکی پر اپنی رحمتوں سے ایسا نواز دے کہ بڑے بڑے گناہوں سے در گزر فرمائے اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں سے بے پناہ ہے لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جتنے چاہو گناہ کرتے رہو کہ بس ایک عمل کریں گے اور سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ایسا سوچنا غلط ہے ہمیں چاہیے کہ ہم جس قدر قدرت رکھیں اپنے نفس کو صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے بچاتے رہیں اور اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرتے رہیں تا کہ خالق ارض و سماں کے محبوب بندوں میں شمار ہو کر اُس کی رحمت کے دنیا و آخرت میں حقدار ٹھہریں۔

اللہ کی ذات وصفات اِس قدر وسعت پر محیط ہیں کہ ایک محض چند صفحات کا مقالہ محض ایک ہی صفت کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے یقیناً مزید کہیں ایسے پہلو بھی ہیں جن پر تحقیق و ترویج ممکن ہے لیکن طوالت کے خوف سے اُن پر ابحاث نہیں کی گئیں۔

جس قدر اللہ کا حکم ہوا اُس قدر میں نے مستند تحقیق پیش کی میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اِس مختصر سی کاوش کو ایک بیج کی مانند قبول فرمائے اور اسے میرے لئے روز محشر ایک تناور شجر کی صورت نشو نما دے۔آمین۔

حوالہ جات

1. البقرہ،207:2
2. الانعام،12:6

3. الاعراف،156:7
4. یونس،60:10
5. النمل،62:27
6. یٰسین،44:27
7. حم السجدہ،43:41
8. المؤمن،3:40
9. الشوریٰ،19:42
10. الدّخان،42:44
11. الفتح،14:48
12. الممتحنہ،7:60
13. الفاتحہ،1:1
14. ھود،41:11
15. النمل،27:30
16. العلق،1:96
17. الزومر،3:39
18. اصلاحی،امین احسن،مولانا،تدبر قرآن،تاج کمپنی دہلی،1986ء
19. الفاتحہ،2:2
20. الاعراف،156:7
21. صلاح الدین یوسف،احسن البیان،ص218
22. البقرہ،105:2
23. شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی،ص150،ج1
24. امین احسن اصلاحی،تدبر قرآن،ص582،ج1
25. البقرہ2:251
26. ابن کثیر،ابولفدا،عماد الدین،اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوءبن کثیر بن زرع بصروی، تفسیر القرآن العظیم،مکتبہ دارالاحیاءالکتب العربیہ،مصر
27. شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی،ص
28. البخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،بن ابراہیم بن مغیرہ،،الجامع المسند الصحیح،حدیث:7404،کتاب التوحید،مکتبہ،دارولکتب،بیروت۔
29. انفال،12:8
30. آل عمران،129:3

31. شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ج،1، ص۔874
32. النساء،31:4
33. البخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطو من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر لذنوب جمیعا، انہ ھو الغفور الرحیم۔
34. المائدہ،98:5
35. شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ج2، ص500،499
36. امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ص582، ج1
37. الانعام،54:6
38. البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، بن ابراہیم بن مغیرہ،، الجامع المسند الصحیح، حدیث: 7453، کتاب التوحید، مکتبہ، دار و لکتب، بیروت۔
39. صلاح الدین یوسف، احسن البیان، ص۔223
40. امین حسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج،3، ص۔62،61
41. شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ج،1، ص۔
42. الحجر،49:15
43. الکہف،58:18
44. مودودی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، مکتبہ دارلقرآن، منصورہ، لاہور، ج،3۔ ص۔33
45. الزمر،53:39
46. صلاح الدین یوسف، احسن البیان، ص۔759
47. النساء،31:4
48. شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ج2، ص500،499
49. سنن الترمذي|3513
50. سنن ابن ماجہ|4189
51. مسلم:2588
52. النحل:126:16
53. سنن ابوداؤد4777، حسن
54. صحيح البخاري:6114
55. بخاری:6116۔ ترمذی:2020۔
56. السنن الکبریٰ للنسائیؒ:6/382، ۳۸۳ح:۱۱۲۹۸
57. بخاري:6853.
58. بخاری، بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين...: ۳۲۳۱، عن عائشہ رضی اللہ عنھا۔

59. بخاري:4821۔
60. بخاری:2446۔
61. الشوری:43
62. صحیح بخاری، حدیث:4750۔
63. البدایۃ والنھایۃ 14/67 وذیل طبقات الحنابلۃ۔ 400/2۔ والعقود الدریۃ ص286، والکواکب الدریۃ۔ ص 139
64. البقرۃ:207
65. سنن أبي داود|4800
66. البقرۃ:207
67. البقرۃ:237
68. از قلم: شیخ بدر بن علی العتیبی

References

1. Al-Baqarah, 2: 207
2. Al-An'am, 6:12
3. Al-A'raf, 7: 156
4. Yunus, 10: 60
5. An-Naml, 27: 62
6. Yasin, 27: 44
7. Hamm al-Sajdah, 41: 43
8. Al-Mu'min, 40: 3
9. Al-Shura, 42: 19
10. Al-Dukhan, 44: 42
11. Al-Fath, 48: 14
12. Al-Mumtahanah, 60: 7
13. Al-Fatihah, 1:1
14. Hud, 11: 41
15. Al-Namul, 27:30
16. Al-Alaq, 96: 1
17. Al-Zomer, 3:39
18. Islahi, Amin Ahsan, Maulana, Meditation of the Qur'an, Taj Company, Delhi, 1986.
19. Al-Fatihah, 2:2
20. Al-A'raf, 7: 156
21. Salah al-Din Yusuf, Ahsan al-Bayan, p. 218
22. Al-Baqarah, 2: 105
23. Shabeer Ahmad Usmani, Tafsir Usmani, p. 150, vol. 1
24. Amin Ahsan Islahi, Tadbeer Quran, p. 582, vol. 1
25. Al-Baqarah 2:251
26. Ibn Kathir, Abu Al-Fada, Imad Al-Din, Ismail bin Omar bin Kathir bin Dhu' bin Kathir bin Zar'a Basruy, Interpretation of the Great Qur'an, Dar Al-Ahya Arabic Books Library, Egypt
27. Shabeer Ahmed Usmani Tafsir Uthmani, p
28. Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, bin Ibrahim bin Mughirah, Al-Jami' Al-Musnad Al-Sahih, Hadith: 7404, Kitab Al-Tawhid, his library, Dar Al-Kuttab, Beirut.

29. Anfal, 8: 12
30. Al Imran, 3: 129
31. Shabir Ahmad Usmani, Tafsir Usmani, vol. 1, p. 874.
32. An-Nisa', 4: 31
33. Al-Bukhari, Al-Sahih, Book of Interpretation, Chapter on His Saying: O My servants who have transgressed against themselves, do not despair of God's mercy. Indeed, God forgives all sins. Indeed, He is the Forgiving, the Merciful.
34. Al-Ma'idah, 5: 98
35. Shabeer Ahmad Usmani, Tafsir Usmani, vol. 2, pp. 499,500
36. Amin Ahsan Islahi, Tadbeer Quran, p. 582, vol. 1
37. Al-An'am, 6: 54
38. Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, bin Ibrahim bin Mughirah, Al-Jami' Al-Musnad Al-Sahih, Hadith: 7453, Kitab Al-Tawhid, his library, Dar Al-Kuttab, Beirut.
39. Salah al-Din Yusuf, Ahsan al-Bayan, p. 223
40. Amin Hassan Islahi, Meditation on the Qur'an, vol. 3, pp. 61, 62.
41. Shabir Ahmad Usmani, Tafsir Usmani, vol. 1, p.
42. Al-Hijr, 15: 49
43. Al-Kahf, 18: 58
44. Maududi, Sayyida Abu Al-Ala, Maulana, Understanding the Qur'an, Dar Al-Qur'an Library, Mansoura, Lahore, vol. 3, p. 33.
45. Al-Zumar, 39: 53
46. Salah al-Din Yusuf, Ahsan al-Bayan, p. 759.
47. An-Nisa', 4: 31
48. Shabeer Ahmad Usmani, Tafsir Usmani, vol. 2, pp. 499,500
49. Sunan Al-Tirmidhi | 3513
50. Sunan Ibn Majah | 4189
51. Muslim: 2588
52. An-Nahl: 126:16
53. Sunan Abu Dawud 4777, Hasan
54. Sahih Al-Bukhari: 6114
55. Bukhari: 6116. Tirmidhi: 2020
56. Sunan Al-Kubra of An-Nasa'i: 382/6, 383H: 11298
57. Bukhari: 6853.
58. Bukhari, The Beginning of Creation, Chapter: When one of you says Ameen…: 3231, on the authority of Aisha, may Allah be pleased with her.
59. Bukhari: 4821
60. Bukhari: 2446
61. Ash-Shura: 43
62. Sahih Bukhari, Hadith: 4750
63. Al-Bidayah wa al-Nihayah 14/67 and Dhayl Tabaqat al-Hanabilah 2/400 and Al-Uqud al-Durriya p. 286, and Al-Kawakib al-Durriya p. 139
64. Al-Baqarah: 207
65. Sunan Abi Dawood | 4800
66. Al-Baqarah: 207
67. Al-Baqarah: 237
68. Author: Sheikh Badr bin Ali al-Otaibi